© rasailojaraid.com

قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین

کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ترتیب وتدوین: سید برہان علی۔ حافظ محمد زاہد

سُوۡرَۃُ الۡمُزَّمِّل

انتیسویں (۲۹) پارے میں کل گیارہ سورتیں ہیں جو تمام کی تمام مکی ہیں۔ ان گیارہ سورتوں کا مرکزی خیال ''انذار وتبشیر'' ہے اور پھر اس میں سے بھی انذار والا پہلو ان سورتوں میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ان سورتوں میں سورۃ المزّمّل اور سورۃ المدّثّر جوڑے کی شکل میں ہے۔ ان دونوں کے آغاز میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ سے تقریباً ہم معنی الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ سورۃ المزمل میں فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾﴾ ''اے کمبل میں لپٹ کر لیٹنے والے'' اور سورۃ المدثر میں فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾﴾ ''اے لحاف میں لپٹ کر لیٹنے والے''۔ الفاظ تو اگرچہ مختلف ہیں لیکن معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔ پھر سورۃ المدثر میں جس عملی جدوجہد کے آغاز کا رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے اس کی تیاری کے لیے آپ ﷺ سے جو ذاتی ریاضت اور مشقت کرائی گئی اس کو سورۃ المزمل کی ابتدائی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا گیا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ؕ﴿۶﴾﴾

''اے کمبل لپیٹ کر لیٹنے والے! کھڑے رہا کرو رات کو سوائے اس کے تھوڑے حصہ کے۔ آدھا یا اس میں سے کچھ کم کرلو۔ یا اس سے کچھ زیادہ کرلو اور قرآن پڑھا کرو ٹھہر ٹھہر کر (یعنی اس کی کیفیات کو اپنے قلب و روح کی گہرائیوں میں جذب کرتے ہوئے تلاوت کیا کرو)۔ ہم یقیناً آپ پر ایک بڑی بھاری ذمہ داری ڈالنے والے ہیں۔ درحقیقت یہ رات کا جاگنا نفس کو کچلنے میں بڑا مؤثر ہے اور قرآن پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔''

رات کے اوقات میں انسان اور رب کے مابین کوئی حجاب نہیں ہوتا' اس لیے رات کی تنہائیوں میں انسان جو دعا کرتا ہے وہ براہ راست سیدھی جاتی ہے —— اس حوالے سے یہ بھی نوٹ کرلیں کہ تہجد کی نماز نبی اکرم ﷺ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے اوّلاً فرض کا درجہ رکھتی تھی، لیکن بعد میں اسے نفل کا درجہ دے دیا گیا' جس کا ذکر اس سورۃ کی آخری آیت میں موجود ہے۔

آگے آیت ۱۰ میں نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے ضمن میں عام مسلمانوں کو کفار کی بدتمیزیوں اور تکالیف پر صبر کرنے کا حکم دے کر اگلی آیات میں کُفّار کے بُرے انجام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝۱۰ وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۝۱۱ اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّجَحِیْمًا ۝۱۲ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ۝۱۳ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا مَّهِیْلًا ۝۱۴﴾

''اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔ اور مجھے ان جھٹلانے والوں سے جو دولت مند ہیں سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔ کچھ شک نہیں کہ (ان کے لیے) ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ ہے۔ اور گلوگیر کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے۔ جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں اور پہاڑ (ایسے بھربھرے گویا) ریت کے ٹیلے ہو جائیں۔''

اس سورۃ کی آخری آیت اپنے مضمون کے اعتبار سے نہایت جامع آیت ہے۔ اس میں ایک طرف تو رات کے قیام یعنی تہجد اور قرآن کریم کی تلاوت کے حکم کے حوالے سے کچھ تخفیف کی گئی ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے' فلاحِ عامہ کے لیے خرچ کرنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا:

﴿اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰی ۙ وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۲۰﴾

''تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو۔ اور اللہ تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی' پس جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں' اور بعض اللہ کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں' اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں' تو اس (قرآن) میں سے جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو' اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور (مزید برآں) اللہ کو اچھا قرض (خلوصِ نیت سے) دیتے رہو۔ اور جو نیک عمل تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں بزرگ تر پاؤ گے۔ اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سُورۃُ المُدَّثِّر

نبی اکرم ﷺ کو آئندہ دنوں میں پیش آنے والے عملی کام کی تیاری کے لیے سورۃ المزمل میں ذاتی ریاضت کا ایک مکمل نصاب دیا گیا تھا۔ اس کے بعد سورۃ المدثر کے آغاز میں عملی جدوجہد کی طرف رہنمائی اس طرح کی گئی ہے۔ فرمایا: ﴿یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳﴾ ''اے لحاف میں لپٹ کر لیٹنے والے! اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو'' —— بڑائی کا اعلان کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کا نظام اس دنیا میں بالفعل قائم کیا جائے۔ دراصل یہ ہے حضور ﷺ کی اس دنیا کی حد تک عملی جدوجہد کا منتہائے مقصود کہ وہ نظام قائم ہو جائے جس میں اللہ ہی کو سپریم اتھارٹی مان لیا جائے کہ آخری اختیار اُسی کا ہے۔

قبل ازیں بتایا گیا ہے کہ انتیسویں پارے کی گیارہ سورتوں کا مرکزی مضمون یوم القیامہ اور عذابِ جہنم کے حوالے سے انذار ہے۔ تو اس سورۃ کی بھی ابتدائی آیات میں نبی اکرم ﷺ سے خطاب کے بعد اس موضوع کو ایک الگ انداز میں بیان کیا جارہا ہے۔ پھر اس ضمن میں ایک ایسے شخص (ولید بن مغیرہ) کا بطور نمونہ تذکرہ کیا گیا ہے جس پر اللہ کے بے شمار انعامات تھے مگر اس نے اللہ کی آیات کا انکار کیا۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ کی زبان سے قرآن سن کر کسی قدر متاثر ہوا اور سردارانِ قریش کی محفل میں اس نے برملا کہا کہ میں شاعری میں خود بڑا ماہر ہوں اور کاہنوں کی باتیں بھی سن کر رکھی ہیں' قرآن نہ تو شعر ہے اور نہ کہانت۔ لوگوں نے کہا آخر تمہاری کیا رائے ہے؟ اس پر اس نے کچھ توقف کیا' لیکن پھر محض برادری کو خوش کرنے کے لیے منہ بنا کر کہا کچھ نہیں' بس جادو ہے جو بابل والوں سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ آیات ۱۸ تا ۲۵ میں اس کے اسی غور وفکر اور پھر سردارانِ قریش سے گفتگو کی طرف اشارہ ہے:

﴿...... فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝۲۴ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝۲۵ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝۲۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝۲۷ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝۲۸ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝۲۹ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝۳۰﴾

''...... پھر کہنے لگا کہ یہ تو جادو ہے جو (اگلوں سے) منتقل ہوتا آیا ہے۔ (پھر بولا) یہ (اللہ کا کلام نہیں بلکہ) بشر کا کلام ہے۔ ہم عنقریب اس کو سقر میں داخل کریں گے۔ اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ (وہ ایسی آگ ہے کہ) نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ اور بدن کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔ اس پر انیس داروغہ ہیں۔''

آگے آیات ۳۲ تا ۳۴ میں چاند اور رات دن کی قسم کے بعد بتایا گیا کہ یہ دوزخ بھی بڑی چیزوں میں سے ہے' یعنی دوزخ اللہ کے عظیم نشانات میں سے ایک نشانی ہے جو درحقیقت انسانوں کے لیے ایک ڈراوا ہے —— ان آیات میں جہنم کے ذکر کے متصل بعد جنت اور اس ضمن میں جنت اور جہنم والوں کے ایک مکالمے کا تذکرہ کیا جارہا ہے جس میں اہل جہنم خود ہی اپنے اوپر فردِ جرم عائد کر رہے ہیں۔ فرمایا گیا:

﴿...... اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝۳۹ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۴۰ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمْ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فِیْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ ﴿۴۷﴾﴾

’’......مگر داہنی طرف والے (نیک لوگ کہ) وہ بہشت میں (ہوں گے اور) پوچھتے ہوں گے (آگ میں جلنے والے) گنہگاروں سے کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے‘ اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور اہل باطل کے ساتھ مل کر (حق سے) انکار کرتے تھے اور روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔‘‘

اس سورت کے آخر میں قرآن کریم کو نصیحت اور یاددہانی قرار دے کر فرمایا گیا کہ جو چاہے اس نصیحت سے سبق حاصل کرے۔ اس کے ساتھ ایک اصولی بات کی نشاندہی کر دی گئی کہ کسی بھی شخص کا نصیحت حاصل کرنا اس کے اپنے ارادے کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کی مشیت پر موقوف ہے۔ فرمایا گیا:

﴿كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا یَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾﴾

’’کچھ شک نہیں کہ یہ تو ایک یاددہانی ہے۔ تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور نصیحت بھی تبھی حاصل کریں گے جب اللہ چاہے۔ وہی ڈرنے کے لائق اور بخشش کا مالک ہے۔‘‘

سورۃُ القِیامَۃ

یہ سورۃ بڑے منفرد مزاج کی حامل ہے —— ویسے تو ان تمام سورتوں کی آیات چھوٹی اور ردھم (flow) بہت تیز ہے۔ میں اس کے لیے پہاڑوں کے درمیان بہنے والے ندی نالوں کی مثال دیا کرتا ہوں جن کی چوڑائی تو اگرچہ کم ہوتی ہے‘ لیکن ان میں پانی بڑے جوش و خروش اور طوفانی انداز میں بہتا ہے۔ اسی طرح کا انداز مکی سورتوں کا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہی دریا جب میدانی علاقوں میں آ جاتے ہیں تو خوب پھیل جاتے ہیں اور ان کے پاٹ بڑے ہو جاتے ہیں‘ اس وجہ سے ان میں پانی نرمی سے چل رہا ہوتا ہے‘ تو یہ انداز مدنی سورتوں میں پایا جاتا ہے۔

مکی سورتوں والا انداز سورۃ القیامہ میں سب سے نمایاں ہے۔ پورے قرآن حکیم میں قیامت کے موضوع پر اپنے مزاج کی یہ منفرد سورت ہے جس کا آغاز ہی بڑے پر جلال انداز میں ہو رہا ہے۔ قیامت کی قسم کھا کر کہا جا رہا ہے کہ تمہیں اس کے بارے میں شکوک و شبہات لاحق ہیں‘ جبکہ میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ ایک شدنی اور یقینی شے ہے۔ فرمایا: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾﴾ ’’نہیں‘ میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت کی۔ اور نہیں‘ میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی (کہ روزِ قیامت لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے)‘‘ —— ’’نفس لوامہ‘‘ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اپنے اندر کوئی ایسی شے ہے جو اسے اس کے برے کام پر ملامت کرتی ہے۔ اس شے کو ہم ’’ضمیر‘‘ (conscious) کے نام سے جانتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ نیکی اور بدی کا تصور انسان کے اپنے اندر موجود ہے اور اس تصور کا لازمی نتیجہ جزا و سزا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں جزا و سزا کے حوالے سے وہ قانون پورا نہیں ہوتا جو فارسی کے اس مقولے ''گندم از گندم بروید' جو ز جو'' (گندم سے گندم اگنی چاہیے اور جَو سے جَو) میں بیان ہوا ہے۔ یہاں تو سچ بولنے سے غیر تو غیر' اپنے بھی دشمن بن جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ نیکی اور دین کے راستے پر چلنا شروع کریں تو سب سے پہلے رشتہ دار ہی آپ سے لڑیں گے۔ اسی طرح اگر آپ کسی غلط رسم کو چھوڑنے کا ارادہ کریں تو سب سے پہلے آپ کے اپنے گھر میں ہی فساد ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اس دنیا میں اچھائی اور نیکی کا بدلہ اچھا نہیں ملتا۔ اس حوالے سے یہ دیکھیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دنیا میں کیا کچھ نہیں ہوا' پتھراؤ کیا گیا' نعوذ باللہ گالیاں دی گئیں' برا بھلا کہا گیا' مجنون اور پاگل کہا گیا — اس کے برعکس اس دنیا میں جو لوگ نیکی اور بدی کی تمیز بھول کر زندگی گزارتے ہیں وہ عیش کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جزا و سزا کے لیے کوئی نہ کوئی دن لازماً مقرر ہونا چاہیے اور وہ یقیناً قیامت کا دن ہے جس کے یقینی ہونے کے بارے میں اس سورۃ کے آغاز میں دو قسموں کے ساتھ شہادت دی گئی ہے — آگے فرمایا گیا:

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵﴾

''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں جمع نہ کرسکیں گے؟ ضرور کریں گے (اور) ہم تو اس کی (انگلیوں کی) ایک ایک پور درست کر دینے پر قادر ہیں۔ مگر انسان یہ چاہتا ہے کہ آگے کو خود سری کرتا جائے۔''

بات یہ نہیں ہے کہ آخرت اور قیامت انسان کی سمجھ میں نہیں آتی' بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ لوگ فسق و فجور کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ اس کو چھوڑنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کسی جزا و سزا کو نہیں مانتے۔

اس کے بعد آیت ۷ میں وقوعِ قیامت کے بارے میں ایک سوال کا تذکرہ ہے اور پھر اگلی آیات (۷ تا ۱۵) میں روزِ قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝۱۴ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝۱۵﴾

''(انسان بڑی ڈھٹائی سے) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ (اس کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ) جب آنکھیں چندھیا جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا' اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے (یعنی چاند سورج میں دھنس جائے گا) اس دن انسان کہے گا کہ (اب) کہاں بھاگ جاؤں؟ (جواب دیا جائے گا کہ) بے شک کہیں پناہ نہیں۔ اب تو تیرے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانہ ہے۔ اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیے جائیں گے۔ بلکہ انسان آپ اپنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گواہ ہے‘ اگرچہ عذر و معذرت کرتا رہے۔‘‘

انسان نے اپنی زندگی میں جو اعمال سرانجام دیے وہ تقدیم ہے اور انسان جو کچھ پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے اس کی جزا و سزا بھی انسان کے حصہ میں آتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص نیک اولاد چھوڑ آیا ہے تو اس کی نیکیاں اس کے حساب میں جمع ہوتی رہیں گی اور اگر کوئی شخص آوارہ اور بری اولاد چھوڑ کر آیا ہے تو اس کے اعمال کے گناہ بھی اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتے رہیں گے۔ پھر قیامت کے دن اس شخص کو ہر ایک چیز بتا دی جائے گی‘ بلکہ انسان کو تو خود ہی پتا ہو گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے‘ اس لیے اسے بتانے کی بھی ضرورت نہیں ہو گی۔

قیامت کے اس نقشہ کو بیان کرنے کے بعد اگلی آیات (۱۶ تا ۱۹) میں خطاب کا رخ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نزولِ وحی کے وقت بھول جانے کے ڈر سے‘ جلدی اور تیزی سے اس کو یاد کرنے کی کوشش فرماتے تھے‘ اس حوالے سے آپؐ سے فرمایا جا رہا ہے:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝١٦ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝١٧ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝١٨ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝١٩﴾

’’(اے محمد ﷺ!) آپ اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیا کریں کہ اس کو جلدی یاد کر لیں۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ پس جب ہم وحی پڑھا کریں تو آپ (اس کو سنا کریں اور) پھر اسی طرح پڑھا کریں۔ پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔‘‘

حفاظ کو قرآن حکیم کے یاد کرنے میں کس قدر مشقت اٹھانی پڑتی ہے‘ لیکن اللہ تعالیٰ نے بہ کمال شفقت و عنایت آپ ﷺ کو اس مشقت سے مستثنیٰ کر دیا۔ دوسری طرف ان آیات مبارکہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب توقیفی ہے‘ یعنی حضور ﷺ کے سینہ میں قرآن اللہ عزوجل کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق جمع ہوا ہے۔ یہ آیت اہل تشیع کے اس عقیدہ کا رد کرتی ہے کہ قرآن نامکمل ہے‘ یہ تو مکمل طور پر جمع نہیں ہوا یا یہ ناقص رہ گیا ہے‘ یا اس کی ترتیب کوئی اور تھی۔ یہ باتیں درحقیقت ان آیات کا صریح انکار ہے — اس حوالے سے آیت ۱۹ میں تو یہاں تک فرما دیا گیا کہ اس قرآن حکیم کی شرح کرنا بھی ہمارے ذمے ہے اور وہ شرح اب ہمارے پاس احادیث نبویہ کی شکل میں موجود ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے خطاب کے بعد اگلی آیات میں ایک بار پھر قیامت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ آیات ۲۰‘ ۲۱ میں دنیوی اور اخروی زندگی کے حوالے سے انسانوں کے رویے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝٢٠ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝٢١﴾ ’’مگر (لوگو) تم دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو‘‘۔ انسانوں کو دنیا کی زندگی بہت محبوب ہے‘ اس لیے کہ اس میں راحت بھی نقد ہے اور تکلیف بھی نقد (اس لیے اس کو ’’عاجلہ‘‘ کہا گیا ہے) اور آخرت چونکہ سامنے نہیں ہے اور اس میں جزا و سزا بھی ادھار ہے اس لیے بنی نوع انسان کو اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔

آیات ۲۲ تا ۲۵ میں ایک بار پھر قیامت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ اس دن کے حوالہ سے کہا جا رہا ہے:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝٢٢ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝٢٣ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ۝٢٤ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝٢٥﴾

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اس روز بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے' اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ اور بہت سے چہرے اس دن سوکھے ہوں گے' وہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ آج ان پر مصیبت واقع ہونے والی ہے''۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سکول میں نتیجہ سنائے جانے کے دن بہت سے بچوں کے چہروں کے تاثرات سے ان کا نتیجہ عیاں ہو رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی چہروں کے تاثرات سے ہر شخص کا اندازہ ہو جائے گا۔

قیامت کی دو قسمیں ہیں: (۱) قیامتِ کبریٰ' جس کا نقشہ ماقبل آیات میں کھینچا گیا اور (۲) قیامت صغریٰ۔ موت کو قیامتِ صغریٰ کہا جاتا ہے' اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ))(۱) ''جو مر گیا اس کی قیامت تو واقع ہو گئی''— اگلی آیات میں اس قیامت صغریٰ کا بیان ہے کہ پہلے تو انسان موت کا انکار کرتا ہے' لیکن جب حالت نزع واقع ہوتی ہے تو پھر اسے پروردگار کی یاد آتی ہے' لیکن اس وقت افسوس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ فرمایا گیا:

﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾﴾

''دیکھو جب جان ہنسلی میں آ پھنسے گی اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا؟ (اس لیے کہ ڈاکٹر وحکیم تو جواب دے چکے ہوں گے) تو اس روز احساس ہو جائے گا کہ اب تو وقت فراق ہے (یعنی جس دنیا سے دل لگا رکھا تھا اب اس سے وقت رخصت ہے)۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ اس روز تو تیرے رب ہی کی طرف ہانکے جانا ہے۔ نہ تو اس (عاقبت نااندیش) نے (کلام اللہ کی) تصدیق کی' نہ نماز پڑھی' بلکہ جھٹلایا اور رخ موڑ لیا' اور پھر چلا اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا۔ ہلاکت و بربادی ہے تمہارے لیے' پھر ہلاکت و بربادی ہے تمہارے لیے۔''

اگلی آیات میں انسان کی تخلیق کا بڑے خوبصورت انداز میں ذکر کر کے بتایا جا رہا ہے کہ جو ذات انسان کو عدم سے وجود میں لا سکتی ہے وہ ذات بلاشبہ مردہ کو زندہ کر دینے پر بھی قادر ہے۔ فرمایا:

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾﴾

''کیا انسان نے یہ سمجھا ہے کہ وہ یونہی چھوٹ جائے گا؟ کیا وہ منی کی ٹپکائی ہوئی ایک بوند نہ تھا؟ پھر وہ ایک لوتھڑا ہوا' پھر اللہ نے اس کو بنایا اور اس کے نقش و نگار درست کیے۔ پھر اس کی دو جنسیں بنا دیں' ایک مذکر اور ایک مؤنث۔ تو کیا وہ ہستی اس پر قادر نہیں کہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکے؟''

(۱) تخریج الاحیاء للعراقی ۷۹/٤۔ راوی: انس بن مالک ﷺ (اسناده ضعیف)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سُورۃُ الدَّھْر

اس سورۃ کا ابتدائیہ حکمت قرآنی کے اعتبار سے بہت اہم ہے — اس حوالے سے بتایا گیا تھا کہ انتیسویں پارے کی ان گیارہ مکی سورتوں کی بعض آیات فلسفہ وحکمت قرآنی کے اعتبار سے بہت اہم ہیں' سورۃ الدہر کی ابتدائی آیات بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں — سورۃ القیامہ کا اختتام نطفہ سے انسان کی تخلیق پر ہوا تھا تو اس سورۂ مبارکہ کا آغاز اسی مضمون سے ہو رہا ہے۔ اس لحاظ سے ان دونوں سورتوں کی حیثیت بھی ایک جوڑے کی سی ہے۔ فرمایا گیا:

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۞ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا ۞ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۞﴾

''کیا انسان کو یاد ہے کہ اس پر ایک وہ وقت بھی گزرا ہے جبکہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا؟ (حقیقت یہ ہے کہ) ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے بنایا ہے تاکہ اسے آزمائیں' چنانچہ ہم نے اس کو سماعت بھی دی' بصارت بھی دی اور سیدھا راستہ بھی دکھایا۔ (پھر اس کو اختیار دے دیا کہ) چاہے تو شکر گزاری کا راستہ اختیار کرے چاہے ناشکری کا۔''

البتہ شکر گزاری اور ناشکری کا نتیجہ ایک دوسرے کے برعکس ہو گا — اگلی آیات (۴ تا ۲۲) میں شکر گزار اور نیکوکاروں پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ ہے (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ!) اور دوسری طرف ناشکروں اور کافروں کے لیے عذاب اور سزاؤں کا بیان ہے (اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ!) لیکن ارحم الراحمین کا انداز ملاحظہ ہو کہ ان ۱۹ آیات میں سے صرف ایک آیت میں عذاب وسزا کا ذکر ہے جبکہ باقی ۱۸ آیات میں انعاماتِ الٰہیہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ پھر ان آیات کے درمیان (آیات ۷ تا ۱۱ میں) ان لوگوں کی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو ان انعامات کے مستحق ہوں گے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۞ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۞ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۞ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۞ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۞ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۞ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۞ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۞ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۞﴾

''جو نیکوکار ہیں وہ ایسی شرابِ نوشِ جاں کریں گے جس میں کافور کی آمیزش ہو گی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اس میں سے (چھوٹی چھوٹی) نہریں نکال لیں گے۔ یہ لوگ نذریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی' خوف رکھتے ہیں۔ اور باوجود یکہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تم کو خالص اللہ کے لیے کھلاتے ہیں' نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (طلب گار)۔ ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو (چہروں کو) کریہہ المنظر اور (دلوں کو) سخت (مضطرب کر دینے والا) ہے۔ تو اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور تازگی اور خوش دلی عنایت فرمائے گا۔ اور ان کے صبر کے بدلے ان کو بہشت (کے باغات) اور ریشم (کے ملبوسات) عطا کرے گا۔ ان میں وہ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے' وہاں نہ دھوپ (کی حدت) دیکھیں گے نہ سردی کی شدت۔''

سورۃ القیامہ کی طرح اس سورۃ میں بھی چند آیات میں خطاب کا رُخ محمدٌ رسول اللہ ﷺ کی طرف کیا گیا ہے۔ نزولِ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾﴾

''(اے محمد ﷺ!) ہم آپ پر یہ قرآن نازل کر رہے ہیں جیسے کہ نازل کرنے کا حق ہے (یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے) پس اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجیے اور گناہگار اور ناشکرے لوگوں (کے دباؤ اور مخالفت سے متاثر ہو کر ان) کی رائے قبول نہ کیجیے۔ اور صبح و شام اپنے رب کو یاد کریں' اور رات کا ایک طویل حصہ اللہ کی تسبیح اور سجدہ میں گزاریں۔''

اس کے بعد آیت ۲۷ میں وہی بات بیان کی گئی ہے جس کا ذکر سورۃ القیامۃ میں بھی ہوا تھا۔ فرمایا: ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾﴾ ''یہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں اور آنے والے قیامت کے ثقیل اور بھاری دن کو پس پشت چھوڑ دیتے ہیں۔''

سورۃ المدثر کی طرح اس سورۃ کے آخر میں بھی اس اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی کہ تم لاکھ کچھ کرنا چاہو اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک اس میں اللہ کی مشیت شامل نہ ہو اور جب تک تمہیں اس کی توفیق نصیب نہ ہو۔ فرمایا گیا:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾﴾

''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو۔ بے شک وہ سب کچھ جاننے والا اور کمال حکمت والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے' اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سُورۃُ المُرْسَلٰت

سورۃ المرسلات انتیسویں پارے اور اس میں موجودہ گیارہ مکی سورتوں کی آخری سورت ہے۔ اس کا مرکزی مضمون بھی قیامت اور انذار ہے۔ اس کے بعد آنے والی آخری پارہ کی پہلی سورۃ ''النبا'' اور سورۃ المرسلات باہم جوڑے کی شکل میں ہیں۔ سورۃ المرسلات کا آغاز پانچ قسموں سے ہو رہا ہے —— ان میں سے چار قسمیں ہواؤں سے متعلق ہیں۔ ہواؤں کی قسمیں اس لیے کھائی گئی ہیں کہ گزشتہ اقوام میں سے چند ایک پر ان ہواؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا۔ پانچویں قسم وحی لانے والے فرشتوں کی ہے —— یہ تمام قسمیں اس بات پر اٹھائی جا رہی ہیں کہ جس قیامت کی تمہیں خبر اور دھمکی دی جا رہی ہے وہ یقیناً برپا ہو کر رہے گی اور یہ کوئی جھوٹ موٹ کی بات نہیں ہے۔ فرمایا گیا:

﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝١ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝٢ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝٣ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝٤ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝٥ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝٦ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝٧﴾

''ان ہواؤں کی قسم جو نرم نرم چلتی ہیں' پھر زور پکڑ کر جھکڑ ہو جاتی ہیں' اور (بادلوں کو) پھاڑ کر پھیلا دیتی ہیں' پھر ان کو پھاڑ کر جدا جدا کر دیتی ہیں۔ پھر فرشتوں کی قسم جو وحی لاتے ہیں' تاکہ عذر (رفع) کر دیا جائے یا ڈر سنا دیا جائے' کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔''

اس سورۂ مبارکہ میں ایک آیت تکرار کے ساتھ دس بار آئی ہے: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۝﴾ یعنی افسوس' رنج و صدمہ' تباہی و ہلاکت اور بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس آنے والے دن یعنی قیامت کو جھٹلایا —— اس سورۃ کی آیات باہم مربوط ہیں اور ایسے لگتا ہے جیسے تسبیح کے دانوں کو ایک دھاگے میں پرو دیا گیا ہو۔ اس سورۃ میں چار پانچ آیات میں قیامت سے متعلق ایک بات کو بیان کیا گیا ہے اور پھر ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۝﴾ لا کر قیامت کے جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت کا اعلان بھی ساتھ ہی کر دیا گیا ہے۔

آیات ۸ تا ۱۴ میں ماقبل سورتوں کی طرح قیامت کا ایک نقشہ بایں الفاظ کھینچا گیا ہے:

﴿فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝٨ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝٩ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝١٠ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝١١ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝١٢ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝١٣ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝١٤ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٥﴾

''پس جب تاروں کی چمک جاتی رہے' اور جب آسمان پھٹ جائے' اور جب پہاڑ اڑے اڑے پھریں' اور جب پیغمبر (وقت مقررہ پر) جمع کیے جائیں' بھلا (ان امور میں) تاخیر کس لیے کی گئی؟ فیصلے کے دن کے لیے۔ اور تمہیں کیا خبر کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔''

قبل ازیں سورۃ القیامہ اور سورۃ الدھر میں قیامت کے ثبوت کے لیے نطفہ سے تخلیق انسانی کا تذکرہ کیا گیا تھا تو اس سورۃ میں اسی بات کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا جا رہا ہے۔ فرمایا گیا:

﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝٢٠ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝٢١ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝٢٢ فَقَدَرْنَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾﴾

''کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ (پہلے) اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا ایک وقتِ معیّن تک، پھر اندازہ مقرر کیا، اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی و بربادی ہے۔''

آیات ۴۱ تا ۴۹ میں اوّلاً نیک اور متقی لوگوں کے لیے انعامات کا تذکرہ ہے اور آخراً مجرمین کے لیے ایک دھمکی ہے کہ اس دنیا میں جو مزے اڑانے ہیں اڑا لو، پھر تمہیں عذاب الٰہی کا سامنا بھی کرنا ہے۔ فرمایا گیا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾﴾

''بے شک پرہیزگار سایوں اور چشموں میں ہوں گے، اور میووں میں جو ان کو مرغوب ہوں۔ جو اعمال تم کرتے رہے تھے ان کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔ ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔ (اے جھٹلانے والو!) تم کسی قدر کھا لو اور فائدے اٹھا لو، تم بے شک گنہگار ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکو تو جھکتے نہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔''

اس سورۃ کی آخری آیت اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اس میں قرآن مجید کے حوالے سے فرمایا گیا: ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾﴾ ''اس حدیث کے بعد یہ اور کس چیز پر ایمان لائیں گے؟'' یعنی جب قرآن جیسا نسخہ کیمیا بھی نازل ہو گیا اور وہ اس کو پڑھ کر بھی ایمان نہیں لا رہے تو اب اس کے بعد اور کونسی چیز ہوگی جس پر یہ ایمان لائیں گے؟ یہی بات سورۃ الزمر میں بایں الفاظ کہی گئی تھی: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ (آیت ۲۳) ''اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیات) ملتی جلتی ہیں اور دہرائی جاتی ہیں''۔ اسی طرح نبی آخر الزمان ﷺ نے بھی اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ((وَخَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ))(۱) ''اور بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے''—— ان دونوں آیات اور فرمانِ رسولؐ میں قرآن یعنی اللہ کے کلام کو ''حدیث'' کہا گیا ہے، جبکہ ہمارے ہاں قولِ رسولؐ کو حدیث کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ ان دونوں یعنی قول اللہ اور قول رسولؐ پر حدیث کا اطلاق ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ اب ''حدیث'' کا لفظ قولِ رسول کے لیے ایک اصطلاح بن گیا ہے لہٰذا جب بھی ہم ''حدیث'' کہیں گے تو اس سے صرف ''قولِ رسول'' ہی مراد ہوگا۔

❁❁❁

(۱) تخریج کتاب السنة للالبانی، ح ۲٤۔ راوی: جابر بن عبداللہؓ (اسنادہ صحیح علی شرط مسلم)

© rasailojaraid.com